

جناب اظہر جاوید صاحب

لکچرار شعبہ قانون، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء - ایک تنقیدی جائزہ

پاکستان کو معرض وجود میں آئے نصف صدی کا طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن ابھی تک وہ مقصد حاصل نہیں کیا جاسکا جس کیلئے یہ ملک حاصل کیا گیا۔ جدوجہد آزادی میں لاکھوں انسانوں نے بیش بہا قربانیاں پیش کیں ان کے سامنے ایک ہی مقصد تھا کہ ایک ایسا آزاد خطہ ارض حاصل کیا جائے جہاں مسلمان اپنے دین کی تعلیمات کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کر سکیں اور ایک ایسی اسلامی فلاحی ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے جس میں لوگ امن و سکون اور معاشی خوشحالی کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوں۔ لیکن نصف صدی گزرنے کے باوجود وہ منزل جس کا خواب برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے دیکھا تھا ابھی اتنی ہی دور ہے جتنی کہ ۱۹۴۷ء میں تھی یا شاید اس سے بھی دور!

پاکستان میں برسرِ اقتدار آنے والی ہر حکومت نے اپنے مخصوص مفادات کے تحفظ اور عوام کے استحصال کے لئے ہر حربہ استعمال کیا، کبھی اسلام کے مقدس نام پر عوام کو دھوکہ دیا گیا، کبھی جمہوریت کے خوش کن تصور کا سہارا لیا گیا اور کبھی معاشی خوشحالی کے سبز باغ دکھا کر انہیں بے وقوف بنایا گیا۔ ملک میں اسلامی نظام حیات کے نفاذ کیلئے حکومتی سطح پر کبھی کوئی سنجیدہ اور مخلصانہ کوشش نہ کی گئی اور اگر کبھی کوئی قانون اسلام کے نام پر بنایا بھی گیا تو اس میں حکمرانوں کی اپنی مصلحت یا نام نہاد دانشوروں کی عقل و فہم کو قرآن و سنت کے مسلمہ اصولوں پر ترجیح دی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کبھی بھی خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہو سکے۔ اسلامی اقدار اور روایات کا کھلم کھلا مذاق اڑایا گیا، اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ اور انسانی حقوق کے منافی قرار دیا گیا۔ اسلام کو ایک فرسودہ اور عصر حاضر کے تقاضوں کے منافی قرار دیا گیا۔ سودی نظام کے بغیر معاشی اور اقتصادی ترقی کو ناممکن قرار دیا گیا۔ اسلام کے نام پر جو سرکاری ادارے قائم کئے گئے ان پر مختلف قسم کی پابندیاں عائد کر دی گئیں اس طرح ان کی افادیت کو ختم کر دیا گیا۔ ملک میں قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا اعلان کیا گیا تو اس کی ابتداء الٹی طرف سے کر دی گئی یعنی بجائے اس کے کہ پہلے اسلام کا اقتصادی اور سماجی نظام قائم کیا جاتا، دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنایا جاتا، اسلامی اصولوں پر مبنی اسلامی نظام تعلیم و تربیت سے اصلاح احوال پر توجہ دی جاتی، ملک میں اسلامی سزاؤں کے نفاذ کا اعلان کر دیا گیا۔ انیس سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود کسی ایک مجاہد کو بھی اس قانون کے تحت سزا

نہ دی جاسکی اور نہ ہی معاشرے سے جرائم کا خاتمہ ہوا۔ یہ قانون ایک مذاق بن کر رہ گیا ہے بلکہ اس قانون کا جو رعب اور دبدبہ لوگوں کے دلوں میں تھا وہ ختم ہو گیا ہے اور ایک ایسے انداز فکر نے جنم لینا شروع کر دیا ہے جس کے مطابق اسلامی قوانین عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور نہ ہی اسلامی سزائیں موجودہ مذہب اور متمدن معاشرے میں نافذ کی جاسکتی ہیں۔ اس مختصر سے مضمون میں حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء میں موجود چند بڑی خامیوں کی نشاندہی کی جارہی ہے۔ یہ کوشش اگر ارباب اقتدار کو اصلاح احوال پر مائل نہ بھی کر سکے تو بھی اہد ہے کہ تعلیم یافتہ اور باشعور طبقہ کی راہنمائی کے لئے مدد و معاون ثابت ہوگی۔ ۱۹۷۹ء میں پاکستان حدود آرڈیننس کے نفاذ کا اعلان کیا گیا۔ اس آرڈیننس کے نفاذ کا مقصد ملک میں اسلامی قوانین کا نفاذ اور مروجہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے عملی اقدامات کرنا تھا۔ یہ قوانین دو وجوہات کی بناء پر دوسرے تمام قوانین سے منفرد و ممتاز ہیں۔ پہلی تو یہ کہ تمام قوانین انسانوں کے وضع کردہ ہیں اس لئے ناقص ہیں اور زمانے کے تغیر و تبدل کے ساتھ ساتھ ان میں تبدیلی ناگزیر ہے جبکہ حدود کے قوانین خالق حقیقی کے وضع کردہ ہیں اس لئے ہر نقص سے پاک اور تمام وقتوں اور تمام زمانوں کیلئے ہیں ناقیامت ان میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ انسانوں کے وضع کردہ قوانین معاشرے میں امن و امان قائم کرنے، جرائم کا خاتمہ کرنے اور حکومت کا انتظام چلانے کے لئے بنائے جاتے اور ان قوانین کا انسان کے عقائد اور نظریات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جبکہ اسلام کے قوانین امن و امان قائم کرنے اور جرائم کا قلع قمع کرنے کے ساتھ ساتھ عبادت کا درجہ بھی رکھتے ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”بے شک حدود کا نفاذ اس طرح عبادت ہے جس طرح جہاد فی سبیل اللہ۔ مناسب ہے کہ جان لیا جائے کہ حد کا قائم کرنا اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے رحمت ہے۔ پس حکمران کو چاہئے کہ حد کے نفاذ میں سختی کرے اور اللہ کے دین میں نرمی سے کام نہ لے اور حد کو معطل نہ کرے۔ حدود کے نفاذ میں اس کی نیت اللہ کی مخلوق پر رحم کرنے کی ہو کہ برائیوں کے ارتکاب سے لوگوں کو روکے، نہ کہ حدود کا نفاذ اپنے غصہ کو ٹھنڈا کرنے اور مخلوق خدا پر اپنے آپ کو برتر ثابت کرنے کے لیے ہو۔

حکمران کی مثال اس والد کے سی ہے جو اپنے بچے کو سرزنش کرتا ہے۔ پس اگر والد اپنے بچے کو سرزنش نہ کرے تو وہ بگڑ جائے گا۔ یہ سرزنش بچے کے اصلاح احوال کیلئے ہے اس لئے بچے کیلئے رحمت ہے اور حکمران کی مثال اس طبیب کی طرح ہے جو کڑوی دوا پینے کیلئے دیتا ہے تاکہ مریض صحت یاب ہو اور کسی مجرم کو سزا دینا اس طرح ہے جس طرح انسانی جسم سے کسی عضو فاسد کو اس نیت سے کاٹا جاتا ہے کہ

اس کی جان کو بچایا جاسکے اسی طرح حکمران کی نیت عوام کی اصلاح اور معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ عامتہ الناس کا فائدہ اور ان سے مفاسد کو دور کرنا اور حدود کے نفاذ سے اللہ کی اطاعت اور اسکی خوشنودی مقصود ہو۔ (۱)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان احکامات کو نافذ کرنا اور ان پر عمل کرنا عبادت کا درجہ رکھتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اللہ رب العزت کے احکامات کے مطابق لوگوں کے جھگڑوں کے فیصلے کرنا ایمان کی دلیل ہے جو کہ عبادت کی روح اور اسکی بنیاد ہے قرآن حکیم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

”وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ“ (۲)

ترجمہ :- ”اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہ ہی لوگ ہیں کافر“

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”فَلَا وَبِكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحْكُمُوا فِيمَا سَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيَسْلَمُوا تَسْلِيمًا“ (۳) ترجمہ: (سو قسم ہے میرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے، پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے)۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مومنوں کیلئے صرف یہ ہی کافی نہیں ہے کہ وہ اپنے جھگڑوں کے فیصلے اللہ رب العزت کے احکامات اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کے مطابق کرائیں بلکہ ان فیصلوں کو خوشدلی سے قبول بھی کریں۔

مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس ارشاد قرآنی پر عمل کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی شریعت مطہرہ خود آپ ہی کا فیصلہ ہے اس لیے یہ حکم قیامت تک اسی طرح جاری ہے کہ آپ کے زمانہ مبارک میں خود بلا واسطہ آپ سے رجوع کیا جائے اور آپ کے بعد معاملات کے فیصلہ کیلئے آپ کی شریعت کی طرف رجوع کیا جائے جو درحقیقت آپ ہی کی طرف رجوع ہے۔ (۴) اس زمین پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے جہاں پر اللہ کے احکامات نافذ ہوں اور ان احکامات کا نفاذ معاشرے کے لئے خیر و برکت ترقی و خوشحالی کا باعث بنتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”حَدِّثْهُمْ فِي الْأَرْضِ خَيْرٌ لِّأَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ أَنْ يَمُوتُوا أَرْبَعِينَ صَبَاحًا“ (۵)

ترجمہ :- (زمین پر ایک حد کا جاری کرنا اہل زمین کیلئے اس سے بہتر ہے کہ ان پر چالیس صبحیں بارش ہوتی رہے)۔ اس کے ساتھ ساتھ حد کا نفاذ مجرم کیلئے کفار کا درجہ بھی رکھتا ہے۔ گویا کہ اس نے جو گناہ کیا ہے اس کی سزا کے طور پر اگر اس پر حد لاگو کر دی گئی تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ ادا ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: ”مَنْ أَصَابَ ذَنْبًا أَقِمِ عَلَيْهِ حَدَّهُ وَهُوَ كَفَّارَتُهُ“ (۶)

ترجمہ :- (جس نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا اس پر حد جاری ہوگئی تو یہ اس کا کفارہ ہے)۔ اسلامی سزاؤں کے نفاذ سے مقصود نہ صرف مجرموں کو سزا دینا بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر عبادت سمجھ کر عمل درآمد کرنا ہے اس لئے ان کے نفاذ سے پہلے ان حالات کا پیدا کرنا انتہائی ضروری ہے جو ان کے نفاذ کیلئے موزوں ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس معاشرے میں اللہ کا پیغام لے کر تشریف لائے اس معاشرے میں دنیا جہان کی تمام برائیاں موجود تھیں۔ شراب نوشی، جوا، زنا کاری، قتل وغارتگری، چوری اور ڈاکہ غرض یہ کہ جس بھی برائی کا تصور کیا جاسکتا ہو وہ عرب معاشرے میں موجود تھی۔ اسلام نے ان تمام برائیوں کو عینک جنبش قلم ختم نہیں کیا بلکہ تدریجاً لوگوں کو ان برائیوں کو ترک کرنے پر مائل کیا اور ان کی تربیت اس طرح کی کہ آخر کار وہ خود دلی طور پر ان برائیوں سے متنفر ہو گئے۔ اسکی بہترین مثال ہمارے سامنے شراب کی حرمت ہے۔ شراب کی تدریجی حرمت کے بارے میں تین آیات نازل ہوئی ہیں:

سورة البقرة میں ارشاد خداوندی ہے:

”يسالونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما“ (۷)

ترجمہ :- (تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا، تمہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی؛ گوں کو اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے)۔ دوسرے دور میں ایک خاص وقت یعنی ادائیگی نماز کے وقت شراب نوشی سے منع فرمایا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”يا ايها الذين امنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سكارى حتى تعلموا ما تقولون“ (۸) ترجمہ :- (اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ کچھ نہ لگو جو کہتے ہو)۔ تیسرے دور میں حتی طور پر شراب نوشی کی ممانعت کا حکم نازل ہوا۔ ارشاد خداوندی ہے: ”يا ايها الذين آمنوا انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون“ (۹)۔ ترجمہ :- (اے ایمان والو! یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانے سب گندے کام ہیں، شیطان کے سوانے سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ) شریعت اسلامیہ نے شراب کے حرام کرنے میں تدریج سے کام اس لیے لیا کہ عمر بھر کی پختہ عادت کو چھوڑ دینا انسانی طبیعت پر انتہائی شاق اور گراں ہوتا ہے اسی لیے علماء فرماتے ہیں:

”العادة اشد من فطام الرضاعة“ یعنی جیسے بچے کو ماں کا دودھ پینے کی عادت چھوڑنا بھاری معلوم ہوتا ہے اسی طرح انسان کے لئے اپنی کسی عادت مستمر کو بدلنا اس سے زیادہ سخت ہے۔

جب شراب کی حرمت کا حتی حکم نازل ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اعلان فرمایا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے مطابق جس کے ہاتھ میں شراب کا برتن تھا اس نے اس کو وہیں

پھینک دیا اور جس کے پاس کوئی سبوجام شراب کا تھا اسے گھر سے باہر لاکر توڑ دیا۔ مدینہ میں عرصہ دراز تک یہ حالت رہی کہ جب بارش ہوتی تھی تو شراب کی بو اور رنگ مٹی میں نکھر آتا۔ ایک صحابی جو شراب کی تجارت کرتے تھے اور شام سے شراب درآمد کرتے تھے اتفاقاً اس زمانے میں ساری رقم لے کر شراب خریدنے حمام گئے ہوئے تھے وہ شراب لے کر واپس ہوئے تو مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی ان کو شراب کے حرام ہونے کی خبر مل گئی۔ یہ خبر ملنے ہی انہوں نے ساری شراب کو ضائع کر دیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلامی قوانین کے نفاذ سے پہلے سازگار حالات کا پیدا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر بعد میں کسی وقت یہ حالات قائم نہ رہ سکیں تو سزاؤں کی تنفیذ کو عارضی طور پر معطل کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ایک دفعہ قحط پڑ گیا تو آپ نے چوری کی سزا کو وقتی طور پر معطل فرمادیا کیونکہ ریاست بوجہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر سکتی تھی اور جب ریاست اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ناکام رہے تو اسے محض سزاؤں کے نفاذ کا اختیار دینا انصاف کے اصولوں کے منافی ہے۔ موجودہ دور میں جہاں لاکھوں نوجوان روزگار سے محروم ہوں، دولت کی غیر منصفانہ تقسیم نے ایک طرف تو ایک ایسے طبقہ کو جنم دیا ہو جسے خود اپنی دولت کا اندازہ نہ ہو اور دوسری طرف ایک ایسا طبقہ ہو جو کہ نان جوئیں کو محتاج ہو، اخلاقی بے راہ روی سرکاری سرپرستی میں جاری ہو، لوگ اسلامی تعلیمات سے نابلد ہوں اور انہیں اسلامی تعلیمات سے دور رکھنے کے تمام تر لوازمات موجود ہوں ان احوال کی اصلاح کیے بغیر صرف اسلامی نظام جرم و سزا کے نفاذ سے لوگوں کے دلوں میں اسلام کی محبت کی بجائے نفرت کے جذبات ہی پیدا کیے جاسکتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ریاست اپنے اختیارات اور وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے سب سے پہلے عوام کی معاشی اور اقتصادی حالت سدھارنے پر توجہ دے، معاشرے کے اندر تیزی سے پھیلتی ہوئی بے راہ روی کے سامنے مضبوط بند باندھے جائیں۔ جرم کے ارتکاب کی طرف جانے والے راستوں کو بند کیا جائے، عدالتی نظام کو اسلامی سانچے میں ڈھلا جائے، ججوں اور ماتحت عملے کو اسلام کے عدالتی نظام کی تربیت دی جائے۔ اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے پھر اس کے بعد اسلام کے نظام جرم و سزا کو نافذ کیا جائے تو خاطر خواہ نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے۔ حدود آرڈیننس کے ذریعے ملک میں پانچ حدود کے نفاذ کا اعلان کیا گیا ہے یعنی حد السرقة، حد الزنا، حد القذف اور حد الشرب۔ حدود کی تعداد کے بارے میں فقہاء کے عین آراء ہیں۔ پہلی رائے مطابق جو کہ جمہور فقہاء کی رائے ہے حدود کی تعداد سات ہے۔ (۱۰) ان میں حد الردۃ، حد الزنا، حد القذف، حد السرقة، حد الزنا، حد الشرب اور حد النبی شامل ہیں۔ دوسری رائے

جو کہ احناف کے بعض علماء اور کچھ مالکی فقہاء کی ہے اس کے مطابق حدود کی تعداد پانچ ہے (۱۱)۔ ان میں حد الزنا، حد القذف، حد السرقة، حد العرب اور حد السكر شامل۔ ان علماء کے نزدیک حد الردۃ، حد البغی کو حدود میں شاید اس لیے شامل نہیں کیا گیا کہ تاریخ اسلام میں یہ جرائم شاذ و نادر ہی وقوع پذیر ہوئے ہیں اور حد الحرابۃ کا ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حرابۃ کی مختلف صورتوں میں اس کی سزا مختلف ہوتی ہے۔ عیسوی رائے جو کہ احناف کے علماء کی ہے کے مطابق حدود کی تعداد صرف چار ہے۔ (۱۲) یعنی حد الزنا، حد القذف، حد السرقة اور حد العرب ان کے نزدیک حد السكر اور حد السكر ایک ہی حد ہیں اور اس کی مقدار بھی یکساں ہے اگرچہ دونوں کے واجب ہونے کا سبب مختلف ہے۔ لیکن اگر عصر حاضر کے تقاضوں کو مد نظر رکھا جائے تو حد الردۃ کا نفاذ انتہائی ضروری ہے بلکہ علماء مسلسل اس کے نفاذ کا مطالبہ بھی کرتے رہے ہیں۔ مسئلہ ختم نبوت اور مسلمانوں کی معاشی اور اخلاقی کمزوریوں کے پیش نظر اور دین حق کی حفاظت کیلئے یہ لازم ہے کہ احکام کو سختی سے منع کیا جائے اور اس کی سزا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من بدل دینہ فاقتلوه“ ترجمہ (جو اپنے دین کو تبدیل کرے اسے قتل کر دیا جائے)۔ اب ہم حدود آرڈیننس میں حد کی تعریف کا جائزہ لیتے ہیں:

حد کی تعریف :- حدود آرڈیننس حد السرقة کی دفعہ ”۲“ ذیلی دفعہ ”ج“ اور حد الزنا کی دفعہ ”۲“ ذیلی دفعہ ”ب“ میں حد کی تعریف یوں کی گئی ہے ”وہ سزا جس کا حکم قرآن یا سنت میں دیا گیا ہو“

فقہاء کی اصطلاح کے مطابق یہ تعریف نہ تو جامع ہے اور نہ مانع یعنی اس میں جامعیت اور مانعیت کی خصوصیات موجود نہیں ہیں۔ قرآن پاک میں قصاص کا حکم موجود ہے جو کہ ایک سزا ہے لیکن اہل علم پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ قصاص اور حدود میں زمین و آسمان کا فرق ہے، لیکن اگر حد کی یہ تعریف درست مان لی جائے تو پھر قصاص اور حدود میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا حالانکہ اس فرق کو حکومت نے خود بھی واضح کیا ہے اور حدود آرڈیننس کے ساتھ ساتھ ”قصاص اور دیت ایکٹ“ کے عنوان سے علیحدہ قانون جاری کیا گیا ہے۔ جسے پارلیمنٹ نے باقاعدہ طور پر پاس کیا ہے۔ اس طرح قصاص کا حکم قرآن حکیم میں تو موجود ہے لیکن یہ حدود سے مختلف ہے جبکہ حدود آرڈیننس کی تعریف کے مطابق قصاص اور حد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی طرح حد العرب میں فقہاء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ شراب پر حد کی سزا ہے لیکن اس حد کی مقدار کے بارے میں دو آراء ہیں: پہلی رائے کے مطابق شراب نوشی کی حد اسی کوڑے میں (۱۳)۔ ان علماء کی رائے کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کی سزا کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے

مشورہ دیا کہ اس کی سزا حد کی کم سے کم سزا یعنی اسی کوڑے ہونی چاہیے۔ (۱۵)۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے حد الشرب کو حد القذف پر قیاس کیا اور فرمایا: ”اذا شرب سکر و اذا سکر هذى و اذلهذى افترى فحدوه حد المفترى“ (۱۶) دوسری رائے کے مطابق شراب نوشی کی حد ۴۰ کوڑے ہے اور باقی ۴۰ تعزیر ہیں (۱۷)۔ ان علماء کی رائے کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ نے ولید بن عقبہ کو شراب نوشی کی سزا کے طور پر ۴۰ کوڑے مارے اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کی سزا ۴۰ کوڑے دی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۸۰ کوڑے لیکن میں ۴۰ کوڑوں کو ترجیح دیتا ہوں، اثر کے الفاظ اس طرح ہیں: ”جلد رسول الله صلى الله عليه وسلم اربعين وابوبكر رضى الله عنه اربعين وعمر رضى الله عنه ثمانين وكل سنة وهذا احب الى“ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”ان رسول الله صلى الله عليه وسلم برجل قد شرب الخمر فضر به بالنعال نحواً من اربعين ثم اتى به ابوبكر وصنع مثل ذلك ثم اتى به عمر فاستشار الناس في الحدود فقال ابن عوف اقل الحدود ثمانون فضر به عمر رضى الله عنه“ (۱۹)۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقہاء نے اس بات پر اختلاف کیا ہے کہ حد الشرب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ سے ثابت ہے یا اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے۔ اگر ہم حد الشرب کا ثابت ہونا اجماع سے تسلیم کر لیں تو پھر حدود آرڈی نینس کی تعریف کے مطابق حد الشرب حدود میں شامل نہیں ہو سکتی۔

فقہاء کے نزدیک حد کی تعریف :- فقہاء نے حد کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

”وہ مقررہ سزا جو اللہ کے حق کے طور پر واجب ہو“ (۲۰)۔ یہ تعریف اتنی مکمل ہے کہ اس سے خود بخود قصاص اور حد کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ قصاص جھگڑے کا ایک مقررہ سزا ہے انسان کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے اس لیے اس میں معاف کرنے اور صلح کرنے کا اختیار مکمل طور پر مقتول کے ورثاء کے پاس ہوتا ہے اگر وہ چاہیں تو اپنی مرضی سے مجرم کو معاف کر دیں یا اس کے ساتھ صلح کر لیں لیکن حدود جو کہ اللہ رب العزت کا حق ہیں انسان کو نہ تو معاف کرنے کا حق حاصل ہے اور نہ ہی صلح کرنے کا۔

تعزیر کی تعریف :- اسی دفعہ یعنی دفعہ ”۲“ کی ذیلی دفعہ ”ز“ میں تعزیر کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: ”حد کے علاوہ کوئی بھی سزا“ اسلامی قوانین میں سزا کو تین بڑی قسموں یعنی حد، قصاص اور تعزیر میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حد اور قصاص گو کہ مقررہ سزائیں ہیں لیکن جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے حد کی سزائیں نہ تو معاف کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی صلح کی گنجائش موجود ہے جبکہ قصاص میں مقتول کے ورثاء جب چاہیں

مجرم کو معاف کر سکتے ہیں یا اس کے ساتھ صلح کر سکتے ہیں۔ حدود کی ایک اور خاصیت یہ بھی ہے کہ حکمران اپنے طور پر اس میں کوئی کم بیشی کرنے کے مجاز نہیں ہیں بلکہ وہی مقدار جو بیان کی گئی ہے اسے نافذ کرنے کے پابند ہیں۔ جبکہ تعزیر مکمل طور پر قاضی یا حکمران کی صوابدید پر منحصر ہے کہ جرم کی نوعیت اور مجرم کے حالات کے مطابق جو بھی مناسب سمجھے سزا تجویز کرے اس لحاظ سے تعزیر حد اور قصاص دونوں سے مختلف ہے، لیکن اگر آرڈیننس کی تعریف کو لیا جائے تو حد کے علاوہ جو بھی سزا ہے وہ تعزیر کہلائے گی اس طرح اس تعریف کی رو سے قصاص اور تعزیر میں کوئی فرق نہیں رہا جو کہ سراسر غلط ہے۔ اس آرڈیننس کے نفاذ سے ایک طرف تو اسلام کے مسلمہ اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے تو دوسری طرف عام لوگوں کا یہ یقین بھی متزلزل ہوا ہے کہ اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ سے معاشرے سے جرائم اور برائیوں کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جاتا ہے اور معاشرہ امن و آشتی کا گوارہ بن جاتا ہے اور اس کا نظام جرم و سزا ہی وہ واحد نظام ہے جو انسانوں کو امن و سلامتی اور ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ اس آرڈیننس کی وجہ سے اس غلط تاثر کو بھی تقویت ملی ہے کہ اسلام موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ گذشتہ دو دہائیوں میں ملک میں قتل و غارت گری، چوری، زنا، ڈاکہ اور دوسرے جرائم میں خوفناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ اس تمام صورتحال کے پیش نظر ضرورت اس بات کی ہے کہ حدود آرڈیننس کی ان بڑی خامیوں کی اصلاح کی جائے۔ ملک کے جید علماء اور ماہرین قانون پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جو اس آرڈیننس کا جائزہ لیکر اس میں مناسب ترامیم تجویز کرے اور ان تجاویز کی روشنی میں اسے دوبارہ مرتب کیا جائے۔ اس کے نفاذ سے پہلے سازگار حالات پیدا کیے جائیں۔ عدالتی مشنری میں اسلامی قانون کے ماہر اور تربیت یافتہ افراد کا تقرر کیا جائے، جو عوام کو قرآن و سنت کی روشنی میں جلد اور سستا انصاف مہیا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اس سے نہ صرف جرائم کے خاتمہ میں مدد ملے گی بلکہ معاشرہ اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے بھی معمور ہوگا۔

حوالہ جات

- (۱) السیاسة الشرعیة ص ۹۸ (۲) المائدة: ۴۴ (۳) النساء: ۶۵ (۴) تفسیر معارف القرآن ۳۶۱ / ۲ (۵) سنن النسائی کتاب قطع السارق / باب الترغیب فی اقامة الحد / ۸۵ / ۸ سنن ابن ماجہ / کتاب الحدود / باب اقامة الحدود / ۲ / ۸۳۸
- (۶) مسند امام احمد بن حنبل / حدیث حزیمة بن ثابت / ۲۱۵ / ۸ (۷) البقرة: ۲۱۹ (۸) النساء: ۳۳ (۹) المائدة: ۹۰
- (۱۰) المغنی ۱۰۳ / ۸ الانصاف ۷۰ / ۱۰ حاشیہ النجری علی الخطیب ۱۳ / ۴ الامتاع ۱۷۷ / ۲ الخرشی ۸۴ / ۲ حاشیہ الاسوقی علی اقترح الکسیر ۲۹۸ / ۳ الحلی ۱۱۸ / ۱۱ (۱۱) بدائع الصنائع ۳۳ / ۷ تبیین الحقائق ۱۳۳ / ۳ المدوۃ الکبریٰ ۱۲ / ۲

۱۸ / البحر الرائق ۵ / ۱۳ صحیح البخاری / کتاب الاعتصام بالسنة / باب قوله تعالى و امرهم شورى بينهم / ۱۳۸ / ۸
 الوداد / کتاب الحدود / باب الحكم فین اربع / ۵۲۱ / ۴ الجامع الترمذی / کتاب الحدود / باب ماجاء فی الرمد / ۵۹ / ۵۳
 سنن النسائی / کتاب تحريم الدم / باب الحكم فی الرمد / ۱۰۳ / ۱۰۴ ابن ماجه / کتاب الحدود / باب الرمد عن دینه / ۸۳۸
 ۲ / (۱۳) المغنی ۳۰۶ / ۸ / شرح فتح القدير ۸۳ / ۵ البحر الرائق ۲۸ / ۵ / الخرشى ۱۰۸ / ۵ / حاشیه الاسوقى على الشرح الكبير
 ۳ / ۳۵۳ المدونة الكبرى ۲۳ / ۱۶ (۱۵) الوداد / کتاب الحدود / باب الحد فی الخمر / ۲۶۷ / ۲ (۱۶) عوط / کتاب الاثرية /
 باب ماجاء فی حد الخمر / ۱۳۳۲ / ۲ (۱۷) نهاية المحتاج ۱۳ / ۸ / الاقناع ۱۸۷ / ۲ / المذهب ۲۸۶ / ۲ / مغنی المحتاج ۱۸۹ / ۶
 (۱۸) صحیح مسلم / کتاب الحدود / باب حد الخمر / ۱۳۳۲ / ۲ (۱۹) الوداد / کتاب الحدود / باب الحد فی الخمر / ۳۱ / ۳ /
 ابن ماجه / کتاب الحدود / باب حد السكران / ۸۵۸ / ۲ جامع الترمذی / کتاب الحدود / باب ماجاء فی حد السكران / ۳۸ / ۴
 مسند امام احمد بن حنبل / ۸۲ / ۱ (۲۰) المبسوط ۳۶ / ۹ / البحر الرائق ۵۴ / ۵ / شرح فتح القدير ۳۴ / ۵ / بدائع الصنائع ۳۳ / ۷
 رد المحتار على در المختار ۱۳۰ / ۵ / تبين الحق ۱۳۳ / ۳ / المغنی ۱۳۳ / ۸ / حاشیه النجری على الخطيب ۱۳ / ۴ / الخرشى ۸۴ / ۵
 حاشیه الاسوقى على الشرح الكبير ۲۹۸ / ۳ / الاقناع ۱۷۷ / ۲ / الانصاف ۷۰ / ۱۰ / المحلى ۱۱۸ / ۱۱ -

(بقیہ صفحہ سے)

ڈاکٹر صاحب نے متعدد انسائیکلو پیڈیا میں بھی مقالات تحریر کئے ہیں۔ ۱۹۹۵ء میں اردو انسائیکلو پیڈیا

” دائرۃ المعارف اسلامیہ “ میں بائیس (۲۲) مختلف موضوعات پر مضامین لکھے، اسی طرح فرینچ انسائیکلو پیڈیا میں بھی
 اسلامی موضوعات پر مضامین سپردِ قلم کئے۔ اردو میں ان کا اسلوب بے تکلف، سلیس، سہل اور بھاری بھرکم الفاظ
 سے پاک تھا۔ مختلف موضوعات اور مختلف زبانوں میں ان کی کتابوں کی تعداد ۱۶۵ اور مقالات کی تعداد (۹۳۸)
 سے متجاوز ہے۔ ذیل میں صرف ان کی ان عربی کتابوں کی فہرست دی جاتی ہے جنہیں ڈاکٹر صاحب نے ایڈٹ کیا۔

کتاب الانوار لابن قتیبہ ، طبع حیدرآباد ۱۹۵۶ ء انساب الاشراف للبلاذری، ج طبع مصر ۱۹۵۹ء
 الذخائر والتحف للقاضی الرشید بن الزیر طبع الكويت ۱۹۵۹ ء مقدمہ فی علم السیر لوجقوق الدول
 فی الاسلام فی احکام اهل الدمہ لابن القيم ، طبع دمشق ۱۹۶۸ ء ، کتاب النیات للدينوري ، طبع ۱۹۷۳ ء
 سيرة ابن اسحاق المسماة بكتاب المبدأ والمبعث والمغازی طبع رباط ۱۹۷۶ ء ، صحیہ ابن ہمام بن
 منہ ، طبع بیروت ۱۹۷۹ ء ، کتاب الردة ونبذة من فتوح العراق للواقدي - طبع پیرس - بیروت ۱۹۸۹ ء
 کتاب السیر الكبير للامام محمد بن الحسن الشيباني طبع حیدرآباد ۱۹۸۹ ء۔

اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کا بہترین صلہ اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ (آمین)

نوٹ :- ماہنامہ الحق اور مدیر اعلیٰ مولانا سمیع الحق سے ہمیشہ ان کا علمی تعلق جاری رہا۔ ”الحق“ کے ہر سطر کو غور سے
 پڑھتے اور کھل کر تنقید اور تبصرہ یا کسی بھی اہم بات پر معلومات کا اضافہ کر کے بھیجتے جو ”الحق“ میں مکتوب فرانس یا
 مکتوب پیرس کے نام سے شائع ہوتا۔ اس عظیم سانحہ میں دارالعلوم حقانیہ ، ماہنامہ الحق اور مولانا سمیع الحق علی
 و تحقیقی دنیا کے ساتھ شریکِ غم ہے اور مرحوم کے رفع درجات کیلئے دست بدعا ہیں۔ (ادارہ)